محمد بدر منیر

سدا بہار ادیب

اسرار احمد ابن صفی اردو زبان کے ان چند مصنفین کی فہرست میں سر فہرست ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں کے باعث بے پناہ مقبولیت حاصل کی، سینکڑوں کتابیں لکھیں اور وہ سب کی سب سپر ہٹ ثابت ہوئیں۔ دنیا کی دوسری زبانوں میں ان کے تراجم ہوئے ان کے طرز کی نقل کی گئی یہاں تک کہ ان کے کرداروں کو بھی "اغوا" کیا گیا اور انہیں مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا لیکن اس میں اغوا کنندگان کو کامیابی نہیں ہو سکی کیونکہ قارئین نے "نمبر دو" کی فوراً شناخت کر لی اور نمبر دو تو بہر حال نمبر دو ہوتا ہے لیکن ان کی بیماری کے زمانے میں "گندم اگر بہم نہ رسد بھس غنیمت است" کے مصداق ان کے نمبر دو کو قارئین میں پذیرائی حاصل ہوئی لیکن جوں ہی وہ صحت مند ہو کر دوبارہ لکھنے لگے نمبر دو مارکیٹ اور لوگوں کے ذہنوں سے غائب ہو گئے یونیسکو کی ایک رپورٹ کے مطابق اردو زبان میں دو مصنفین ہر لحاظ سے قارئین میں مقبول ہیں ایک مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے ابن صفی..... ابن صفی کی کتابوں کے تراجم گجراتی، ہندی، بنگلہ، اور مراٹھی زبانوں میں بھی کئے جا چکے ہیں اور ان کی مقبولیت بھی بے پناہ ہوئی ان کے قارئین میں معاشرے کے ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں سیاست دان وکلاء، جج، بیوروکریٹس، شاعر، ادیب اخبار نویس، تاجر، صنعت کار، مجرم اور وہ لوگ بھی جو اردو پڑھنا تو کیا اردو بولنا بھی اپنی شان کے منافی سمجھتے ہیں اسے ملازمین کی زبان قرار دے کر خالہ کی بجائے آنٹی اور باپ کو ڈیڈی کہتے ہوئے اس طرح نہال ہوتے ہیں جیسے لارڈ کلائیو کی ساری دولت انہیں ورثے میں مل چکی ہو ظاہر ہے یہ حضرات کس طرح کہیں کہ وہ ابن صفی کی کتابوں کے مستقل قارئین ہیں ان کی مقبولیت کے کئی پہلو ہیں ایک پہلو تو یہ تھا کہ تمام نیوز ایجنٹ اور بک اسٹال کے مالکان بڑی بے تابی سے ابن صفی کی نئی کتاب کا انتظار کیا کرتے تھے ان کے اسٹالوں اور دوکانوں پر آنے والے بڑی بے تابی سے نئی کتاب کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اگر انگریز اردو پڑھنا جانتے تو وہ کرسمس کے موقع پر "ہاٹ کیک" کے بجائے ابن صفی کی تازہ کتاب حاصل کیا کرتے۔ میں نے ایک قاری کی حیثیت سے ابن صفی کے تمام ناول پڑھے ہیں اور پھر ایک لکھنے والے کے بطور ان کتابوں کا دوبارہ مطالعہ کیا اور اب نئے افق اور نیا رخ میں سہ بارہ بلکہ نہ جانے کتنی بار ان ناولوں کو پڑھ کر ہر بار نئے لطف سے آشنا ہوا اور اب بھی انہیں پڑھنے کی خواہش ہے حالانکہ سنا ہے کہ بارہ سال کے بعد قارئین کی عادات مطالعہ تبدیل ہو جاتی ہیں لیکن جہاں تک ابن صفی کا تعلق ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں نیشنل بک کونسل کے ڈائریکٹر جناب ابراہیم سعد کی فرمائش پر ابن صفی کے بارے میں تحقیقی کام شروع کیا تھا اس ضمن میں کافی پیش رفت ہوئی تھی لیکن ابراہیم صاحب کونسل چھوڑ گئے اور ساری محنت دھری کی دھری رہ گئی۔ دوبارہ جناب مشتاق احمد قریشی نے فرمائش کی کہ استاد محترم پر ایک بھرپور کتاب آنی چاہئے میں نے دو تین ماہ کافی دوڑ دھوپ کی۔ کئی لوگوں سے ملا، ان سے ابن صفی کے بارے میں گفتگو کی بڑی معلومات حاصل ہوئیں خاص طور پر سندھی، انگریزی اور اردو کے صاحب طرز اخبار نویس، معروف سیاستدان، سفارت کار، جناب پیر علی محمد راشدی اور بعد ازاں میر علی احمد تالپور سے طویل تر ملاقاتیں ہوئیں، میر صاحب کو تو

کتابوں کے "اول ایڈیشن" جمع کرنے کا خبط تھا وہ اسی جنون میں کراچی' لاہور' راولپنڈی اور ڈھاکہ میں کتابوں کے "جمعہ بازار" کے چکر لگایا کرتے تھے ان کے پاس ابن صفی کے تمام ناولوں کے پہلے ایڈیشن موجود تھے۔ راشدی صاحب سے جب ملاقات ہوئی تو وہ عمر عزیز کے آخری مرحلوں سے گزر رہے تھے ان کی اہلیہ بیگم ممتاز راشدی نے ان سے میری ملاقات کا اہتمام کیا۔ پیر صاحب سے ان تمام موضوعات پر گفتگو ہوئی جن کے وہ ماہر تھے جب موضوع ابن صفی کا چھڑا تو وہ چوکنے ہوگئے..... "میاں! تم نے کس کا ذکر چھیڑ دیا..... اس نے تو مجھ پر بڑے ظلم کئے ہیں۔"

"کون سے ظلم جناب؟"

"یہ کیا کم ظلم ہے کہ اس کی تحریر میں اتنا جادو تھا کہ اسے ختم کئے بغیر چین نہیں آتا تھا اور نہ نیند آتی تھی۔"

"اور کوئی ظلم....."؟

"اس کی تحریر آسان لیکن بڑی دلکش ہے' چار جماعت پاس لوگوں کے لئے بھی اس کی تحریر میں زندگی اور کشش ہے اور ہم تو بہرحال خاص لوگ ہیں..... وہ اپنا پیغام ہر ذہن تک پہنچانے میں کامیاب و کامران ہے البتہ اگر کوئی عقل کا اندھا ہے تو اور بات ہے۔"

"ابن صفی کی تحریر کے بارے میں آپ کے ذہن میں ....."

"دیکھو! بھئی بات لمبی ہوجائے گی ان دنوں ڈاکٹروں نے مجھے لمبی باتیں کرنے سے منع کردیا ہے حالانکہ میں خود لمبی باتیں کرنے کا شوقین ہوں مختصرات کروں گا اور وہ یہ کہ اس کی تحریر اور اس کے کرداروں کا یہ جادو ہے جو سر چڑھ کر بول رہا ہے اگر ووٹروں کی فہرست کا مطالعہ کرو تو میرے اندازے کے مطابق پاکستان میں کم از کم گیارہ لاکھ کے لگ بھگ رائے دہندگان کے نام "عمران" ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ آنے والے دس برسوں میں یہ تعداد چھ گنی سے بھی زیادہ ہوجائے گی..... کیا تم بتا سکتے ہو کہ ابن صفی کے عمران سیریز سے قبل کتنے لوگوں کے نام "عمران" تھے؟

"لیکن جناب والا..... ابن صفی کا ایک کردار فریدی بھی ہے رائے دہندگان کی فہرست میں کتنے فریدی ہیں"؟

"بھئی بات یہ ہے کہ عمران ایک جمالیاتی نام ہے ہنس مکھ' ذہین' بہادر اور کھلنڈرا اپنے بزرگوں کی منافقت سے بیزار جبکہ فریدی ایک جلالی کردار ہے اگرچہ وہ ذہانت کا بادشاہ ہے بہادر بھی ہے لیکن وہ ہنس مکھ نہیں ہے کھلنڈرا نہیں ہے اور بزرگوں کا احترام بھی کرتا ہے۔"

"کیپٹن حمید کے بارے میں کیا خیال ہے"؟

"یہ ابن صفی کی ذہانت کا کمال ہے کہ اس نے فریدی کی خشکی کو رفع کرنے کے لئے کیپٹن حمید کو روغن بادام کی طرح استعمال کیا ہے اور اگر کیپٹن حمید نہ ہوتا تو فریدی اپنی تمام شجاعت اور بہادری کے باوجود "بور" کردار ہوجاتا..... اس طرح انور' رشیدہ اور بعض جزوی کردار ہیں' ان سبھوں کو کبھی اکٹھے اور کبھی الگ الگ پیش کرنا یہ ابن صفی کا کمال فن ہے"..... پیر صاحب بڑے جوش و خروش سے بول رہے تھے۔

"ابن صفی کے ولن میں سے کون سے آپ کو پسند ہیں"؟

تھریسیا..... راشدی صاحب نے فوراً کہا۔

"اگرچہ آپ ابن صفی کے تمام ناولوں کے والہ و شیدا ہیں لیکن کسی مصنف کی کوئی نہ کوئی تحریر اس کی تمام تحریروں کی سرتاج ہوتی ہے آپ کے خیال میں ایسی کون سی تحریر ہے جو سرتاج ہے؟"

"میاں! سرتاج تو شوہر کو کہتے ہیں اور شوہروں کے بارے میں ابن صفی کے خیالات سے تو اس کے تمام قارئین آگاہ ہیں بہرحال یہ ایک آزمائش میں ڈالنے والا سوال ہے میں "ڈیڑھ متوالے" کا ذکر کروں' درندوں کی بستی کا حوالہ دوں یا شعلہ سیریز کی بات کروں' بھئی! میرے خیال میں تو تم یہ سوال واپس لے کر مجھ پر احسان کرو گے!"

"اچھا جناب! اگر آپ اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے تو نہ سہی' آپ کو اس بات پر حیرت نہیں کہ ابن صفی نے اپنے تمام کرداروں کو کنوارہ ہی رکھا؟"

"مجھے ہرگز کوئی حیرت نہیں ہوئی بلکہ مجھے اس سے ابن صفی کی ذہانت کا صحیح اندازہ کرنے میں بڑی مدد ملی کردار خواہ ناول کا ہو یا فلم کا شادی کرنے کے بعد اپنی کشش سے محروم ہوجاتا ہے' صرف ان کرداروں کی شادی ہونی چاہئے جن کا کردار صرف ایک ناول یا فلم تک محدود ہو....."

میں نے جب ابن صفی صاحب کو راشدی صاحب کی موخرالذکر رائے کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ بہت ہنسے' لیکن یہ ان سے دوسری ملاقات کی بات ہے اس سے قبل ان کے پہلے انٹرویو کا تذکرہ ہوجائے جو نیشنل بک کونسل آف پاکستان کی ایک سروے رپورٹ کے لئے لیا گیا تھا۔ ابن صفی صاحب سے یہ ملاقات ان کی رہائش گاہ واقع ناظم آباد نمبر ۴ میں ہوئی ابن صفی سے میرا پہلا سوال یہ تھا۔

"سکہ بند ادیب آپ کو ادیب کیوں نہیں تسلیم

کرتے؟"

"بھئی! اس سے کیا فرق پڑتا ہے پڑھنے والے میری کتابیں خرید کر پڑھتے ہیں، نئی کتاب کا بے تابی سے انتظار کرتے ہیں، میری کتابیں مفت تقسیم نہیں کی جاتیں..... میرے لئے یہی بہت ہے۔"

"آپ نے رومانی تحریر کی طرف کیوں توجہ نہیں دی؟"

"یہ تو کوئی سوال نہیں ہوا، آپ نے رومانی تحریر لکھنے والے سے یہ سوال کیوں نہیں کیا کہ وہ جاسوسی ناول کیوں نہیں لکھتے" دراصل بات یہ ہے کہ رومانی ناول چند ناموں کی تبدیلی کے ساتھ یکساں نوعیت کے ہوتے ہیں یعنی ہیرو ہیروئن کی شادی ہوجاتی ہے یا نہیں ہوتی، اب اس پر آپ کتنے ناول لکھیں گے جب کہ جاسوسی یا سراغ رسانی کے موضوع پر ان گنت ناول لکھے جاسکتے ہیں اور ان میں یکسانیت بھی نہیں ہوتی، ان میں تنوع ہوتا ہے، مہم جوئی ہوتی ہے، تجسس کی کیفیت پائی جاتی ہے، غرض یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کے بے شمار پہلو ہوتے ہیں۔"

"آپ نے اپنے کرداروں کی "شادیاں" کیوں نہیں کرواتے، آخر انہوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"بھئی! میرے خیال میں شادی کے بعد کسی کردار سے سراغ رسانی کا کام لینا اس رشتے پر ظلم ہے شادی کے بعد تمام ذمہ دار افراد سبزی ترکاری کا تھیلا سنبھال لیتے ہیں اور چولہے چکی کے چکر میں پڑجاتے ہیں ان کے پاس سراغ رسانی کے لئے وقت کہاں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے میرا مطلب ہے چولہا چکی کے چکر میں نہیں پڑتے تو پھر وہ یقیناً" غیر ذمہ دار ہیں اور غیر ذمہ دار افراد کا سراغ رسانی کے پیشے سے کیا تعلق؟"

"بہرحال! یہ آپ کی مرضی..... اور کرداروں کی سعادت مندی ہے کہ وہ تمام خوبیوں سے مالا مال ہونے کے باوجود شادی پر اصرار نہیں کرتے ورنہ آج کل تو بچے پیدا ہوتے ہی شادی کا مطالبہ شروع کردیتے ہیں۔"

"اصرار تو بہت دور کی بات ہے وہ تو اس کے ذکر ہی سے الرجک ہیں"....!

"آپ کے کچھ کردار عارضی نوعیت کے بھی ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ ان کا کردار جزوی ہے مثلاً" انور ہے، رشیدہ ہے یا روشی ہے، انہیں بھی آپ نے شادی سے الرجی کے مرض میں مبتلا کردیا ہے آخر کیوں"؟

"مطلب یہ کہ میں ان سے ابھی کافی کام لینا چاہتا ہوں جب یہ نکمے ہوجائیں گے تو انہیں بھی نکاح خواں کے حوالے

☆☆ اچھا تحفہ ☆☆

شکیلہ - جمیلہ سے، میرے منگیتر کی سالگرہ ہے کوئی اچھا سا تحفہ بتاؤ جو میں اسے دے سکوں۔

جمیلہ - تم اسے انگوٹھی دے دو۔

شکیلہ - نہیں بھئی وہ تو بہت چھوٹی ہوتی ہے۔

جمیلہ - تو پھر ڈریکٹر کا ٹائر دے دو۔

محمد نعیم عابد کمالیہ

کردوں گا۔"

آپ کے کرداروں میں "حمید کے سوا" رومانی گفتگو بھی نہیں ہوتی اور نہ رومانی مناظر ہیں؟"

"میں نے ڈیڑھ متوالے میں کوشش کی تھی، میرے قارئین نے بعض جملوں کا برا منایا چنانچہ میں نے مناسب یہی سمجھا کہ میں نے اپنے کرداروں کے علاوہ قارئین کی بھی جو ذہنی تربیت کی ہے اسے برقرار رہنا چاہئے۔"

میں نے انہیں ان ناولوں کے بارے میں خواجہ ناظم الدین، استاد دامن اور بنگلہ دیش کے بانی شیخ مجیب الرحمان کی والدہ کی رائے بتائی تو انہوں نے کہا..... "بھائی! میں ان لوگوں کا شکر گزار ہوں، خواجہ صاحب کے بارے میں تو مجھے معلوم ہے کہ وہ بڑے شوق سے میری کتابیں پڑھا کرتے تھے بلکہ شاید ان کا کوئی خط بھی کہیں میرے کاغذات میں موجود ہو لیکن استاد دامن اور شیخ مجیب کی والدہ کے بارے میں اطلاع میرے لئے انکشاف کا درجہ رکھتی ہے جب میں نے انہیں استاد دامن کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے کیپٹن حمید کی تربیت یافتہ چوہیا کی طرح اپنے حجرے میں چوہوں کی اس طرح تربیت کی کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف بڑے مہذب اور سمجھدار چوہے بن گئے تو وہ ہنس کر کہنے لگے..... "ہاں بھئی! استاد تو استاد ہی ہوتا ہے۔"

میں نے دریافت کیا..... "جاسوسی ناول لکھنے کے ضمن میں آپ نے بالکل نیا انداز اپنایا کیا اس کا کوئی خاص پس منظر ہے"؟

"جی ہاں..... میں نے کلاسیکی ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہے، قصہ چار درویش، داستان امیر حمزہ، طلسم نورافشاں، طلسم

ہفت پیکر' داستان طلسم ہوش ربا' گل بکاؤلی' الف لیلہ' اس دور میں بے شمار ایسی کتابیں تھیں جو اب نایاب ہیں لکھنؤ کے منشی نول کشور نے قصے کہانیوں کی بے شمار کتابیں شائع کی تھیں' مجھے یاد آیا ایک کتاب "چھبیلی بھٹیاری" بھی تھی' یہ کتابیں ایک ایک آنے میں عام مل جاتی تھیں میں نے یہ سب کتابیں خوب ذوق شوق اور گھر والوں سے چھپ چھپ کر پڑھیں اور انہوں نے ہی میرے ذہن میں موجود ادیب و شاعر کو بیدار کیا۔

"لیکن بات صرف جاسوسی ناول....."

"میں اسی طرف آرہا ہوں"..... انہوں نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا "کلاسیکی کتابوں نے میری ذہنی تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے دنیا کی کسی بھی زبان میں لکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کی کلاسیکی کتابوں کا گہری نظر سے مطالعہ کرے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کلاسیکی کتابوں کے مطالعہ کے بغیر تحریر میں دل کشی اور گہرائی نہیں پیدا ہو سکتی۔ مثلاً" اس دور کے اردو شاعر فیض احمد فیض کو ہی لیں' انہوں نے کلاسیکی شاعری اور قدیم روایات ہی سے روشنی حاصل کی اور ان کے کلام میں جو گہرائی' دل کشی' رعنائی' اور زندگی ہے وہ کلاسیکی شاعری کے پس منظر کو اپنانے ہی سے پیدا ہوئی ہے حالات کے تغیر و تبدل کے باوجود اور وقت کی بے وفائیوں کے باوصف ان کے شعر زندہ رہیں گے اس طرح اگر آپ اردو میں جاسوسی ناول یا سراغ رسانی کے موضوع پر لکھنا چاہتے ہیں، تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اردو کی ان قدیم داستانوں کا ضرور مطالعہ کریں ان داستانوں کے مصنفین کی پرواز تخیل آج کل کے مصنفین سے کہیں زیادہ تھی بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ ہمارے سائنس دانوں سے بھی وہ مصنفین ہزاروں سال آگے تھے چنانچہ ہندوستان کی قدیم داستانوں میں اڑن کھٹولوں کا ذکر ہزاروں سال قبل آچکا ہے جبکہ سائنس دان سو سال قبل ہی "اڑن کھٹولا" بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن یہ ابھی تک ناقص ہیں کیونکہ ہزاروں سال قبل کے اڑن کھٹولوں کو کوئی حادثہ پیش نہیں آتا تھا اور نہ انہیں کوئی اغوا کرتا تھا لیکن آج کے جدید ترین "اڑن کھٹولے" آئے دن حادثات کا شکار ہوتے رہتے ہیں سائنس دان تو مصنفین ہی سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں اور مصنفین لوگوں کی خواہشات سے اپنے تخیل کی پرواز کے لئے ایندھن یا توانائی حاصل کر رہے ہیں۔"

"آپ کے ایک ناول میں "فولادی" کا کردار ہے".....

"جی ہاں"..... انہوں نے فوراً" بات کاٹتے ہوئے کہا "میں یہ تو نہیں کہنا چاہتا کہ میرے "فولادی" کو پڑھ کر سائنس دانوں نے روبوٹ" بنایا ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ "فولادی" کے کئی سال بعد روبوٹ وجود میں آئے' اس طرح میں نے "زیرو لینڈ" تخلیق کیا ہے ہو سکتا ہے سائنس دان بھی "زیرو لینڈ" بنانے کے امکانات کا جائزہ لے رہے ہوں' بہرحال مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن "زیرو لینڈ بنے گا ضرور"....

"آپ کے خیال میں اردو میں جاسوسی ناولوں کا مستقبل کیا ہے"؟

"بہت شاندار..... اردو ہی کیا دنیا کی ہر زبان کے ادب میں اگر کوئی ادب زندہ رہے گا تو وہ جاسوسی ادب' حالانکہ میں ادب کو خانوں میں تقسیم کرنے کا حامی نہیں ہوں لیکن جو بزعم خود "سکہ بند" ادیب بنے ہوئے ہیں انہوں نے اسے خانوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میں فی الحال اس تقسیم کو قبول کرتے ہوئے دعویٰ کرتا ہوں کہ جاسوسی ادب کے سوا کسی اور "ادب" کا مستقبل کہر آلود ہے..... اور اردو ہی کیا آپ ہندی' بنگلہ' سنسکرت' مراٹھی' انگریزی یہاں تک کے فرانسیسی اور عربی و فارسی میں بھی جاسوسی ادب کا بول بالا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ انسانی فطرت کی عکاسی کرتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں لکھنے والے کے لئے ایک کائنات آباد ہے' چنانچہ مجھے لکھنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی نہ مجھے ذہنی بحران کا سامنا کرنا پڑا' نہ ذہنی تعطل کا اور نہ مجھے کسی اور مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔"

میں نے پاکستانی ایٹمی کمیشن کے ایک سابق چیئرمین ڈاکٹر آئی ایچ عثمانی سے ملاقات کی..... میں نے جب ڈاکٹر عثمانی کو ابن صفی کے خیالات سے آگاہ کیا تو وہ مسکرائے' کہنے لگے..... "سائنس دان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ خشک' بدمزاج' چڑچڑا اور اخلاق سے عاری اور مردم بیزار ہو..... اسے موسیقی' علم و ادب' شاعری اور مصوری سے دلچسپی ہونی چاہئے' یہ چیزیں سائنس دان کے ذہن کو مثبت تخلیقی عمل کی راہ پر گامزن رکھتی ہے۔ اگر سائنس دان فنون لطیفہ سے دلچسپی نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان کا دوست نہیں' ہو سکتا وہ سائنس دان ہو لیکن اس کا ذہن ہمیشہ اسے انسان اور انسانیت کی تباہی و بربادی پر اکساتا رہے گا یہ تباہ کن اسلحہ' ایٹم بم' جراثیم والے بم اور میزائل یہ ایسے ہی انسان دشمن سائنس دانوں کا کارنامہ

ہے' قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے کہ "اس ذرے میں تمہارے لئے شر ہے اور اسی ذرے میں خیر و برکت بھی ہے"۔۔۔

"کیا آپ کے خیال میں جاسوسی ناول سائنس دانوں کی کچھ مدد کرتے ہیں"۔۔۔؟

"جی ہاں۔۔۔ اگر وہ اعلیٰ ذہن رکھنے والے مصنف نے لکھے ہوں" انہوں نے کچھ سوچ کر جواب دیتے ہوئے کہا "میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اردو میں اچھے جاسوسی ناول لکھے گئے ہیں' انگریزی کے زیادہ تر جاسوسی ناولوں میں مجرموں کو ہیرو بنا کر پیش کیا گیا ہے خواہ وہ عام مجرم ہوں یا سائنس دان اس کے برعکس اردو کے جاسوسی ناولوں میں جرائم پیشہ افراد کو ہیرو بنانے کے بجائے انہیں ان کے مقام پر ہی رکھا گیا ہے' اگر کسی نے کسی مخصوص ذہنی پس منظر کی وجہ سے مجرمانہ زندگی اختیار کی ہے تو اس سے ہمدردی کا اظہار تو کیا گیا ہے لیکن اسے ہیرو بنانے کی کوشش نہیں کی گئی میں اردو کے ابتدائی دور کی بات نہیں کر رہا ہوں جب بہرام کی واپسی اور سلطانہ ڈاکو جیسے ناول لکھے گئے تھے بلکہ حصول آزادی کے بعد کے دور کی بات کر رہا ہوں جب ابن صفی اور اکرم الہ آبادی نے جاسوسی ادب کی دنیا میں فرماں روائی شروع کی اور میں سمجھتا ہوں کہ اب تک انہی کا دور چل رہا ہے اور نہ جانے کب تک یہ دور جاری رہے گا۔"

"کیا آپ نے ابن صفی کے تمام ناول پڑھے ہیں؟"

"بھئی! میں بھلکڑ ہو گیا ہوں' کچھ کہہ نہیں سکتا کہ سارے پڑھے ہیں یا آدھے' لیکن تمام قابل ذکر ناول میں دیکھ چکا ہوں ایک کے سوا سبھی اچھے لگے میں نے ان کے ناول "ڈیڑھ متوالے" کے بارے میں ایک خط بھی لکھا تھا جس میں اس ناول کے بعض حصوں کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ حصے آپ کے شایان شان نہیں اس نشان دہی پر انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا تھا اور بعد میں اس قسم کے حصے میری نگاہ میں نہیں آئے۔ ابن صفی کے تخیل کی پرواز بلند بھی تھی اور انہیں لکھنے کا سلیقہ بھی آتا تھا وہ شائستہ مصنف تھے اگر وہ پانچ چھ سال اور زندہ رہ جاتے تو اردو ادب کو عالمی ادب میں نمایاں اور باوقار مقام دلانے میں کامیاب ہو جاتے' میرا خیال ہے اور یہ خیال ان کے آخری چند ناولوں کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے کہ وہ "زیرو لینڈ" پر ایک ضخیم ناول لکھنا چاہتے تھے۔ یا لکھنے کی تیاری کر رہے تھے' مجھے یقین ہے کہ ان کا وہ ناول آنے والی صدی تک زندہ رہتا بلکہ اردو کے چند کلاسیکی ناولوں میں اس کا شمار ہوتا۔"

ہماری تعلیم

تین سوالات ایسے ہیں جن کے جواب ہمیں زندگی میں بار بار دینے پڑتے ہیں۔

یہ صحیح ہے یا غلط

یہ سچ ہے یا جھوٹ

یہ خوبصورت ہے یا بدصورت

ہماری تعلیم ایسی ہونی چاہئے کہ وہ ان کے ٹھیک جواب دینے میں ہماری مدد کرے۔

محمد اشرف۔ کمالیہ

۱۹۷۱ء کی خانہ جنگی کے دوران پوسٹ گریجویٹ میڈیکل کالج اسپتال کے ایک کمرے میں ایک معمر خاتون کی خدمت میں روزانہ حاضری میرا معمول تھا میں عصر اور مغرب کے درمیان انہیں ابن صفی کا کوئی ناول پڑھ کر سناتا تھا جسے پڑھ کر وہ خوش ہوتی تھیں عمران اور کیپٹن حمید کے مزاحیہ جملوں سے وہ ہنس پڑتی تھیں اور فریدی کے کارنامے سن کر وہ مسکرانے لگتیں۔ میں نے چھ ماہ کے دوران گیارہ ناول انہیں پڑھ کر سنائے' وہ مجھے ڈھیروں دعائیں دیا کرتی تھیں اور دل چاہتا تھا کہ یہ سب دعائیں قبول ہو جائیں یہ معمر خاتون بنگلہ دیش کے بانی شیخ مجیب الرحمان کی والدہ تھیں۔ برصغیر ہی میں نہیں بلکہ برصغیر سے باہر جہاں جہاں اردو پڑھنے والے موجود ہیں وہ ابن صفی سے بخوبی واقف ہیں ان کی کتابوں کو اعلانیہ اور بعض چھپ چھپ کر پڑھتے ہیں۔ موخر الذکر قسم کے حضرات خوامخواہ احساس کمتری میں مبتلا ہیں ابن صفی نے پڑھنے والوں ہی کے لئے نہیں بلکہ لکھنے والوں کو بھی سوچنے اور لکھنے کے لئے ادب کی ایک وسیع اور جگمگاتی ہوئی شاہراہ دکھائی ہے جس پر چلنے کے لئے آبلہ پائی نہیں کرنی پڑتی کیونکہ آبلہ پائی کے تمام کرب سے ان کے ہر دلعزیز مصنف ابن صفی خود گزر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے پڑھنے والوں کے تمام دکھ خود برداشت کر لئے اور ان کے لئے ریگستان کو ایک ہرے بھرے نخلستان میں تبدیل کر دیا ہے اور ایک ایسا نخلستان ہے جو ڈاکٹر عثمانی کے بقول آنے والی صدی میں بھی ہرا بھرا رہے گا۔